شاہ صاحب اور مخدوم محمد معین کا آپس میں سلسلہ خط و کتابت بھی تھا، معلوم ہوتا ہے مخدوم محمد معین نے اپنے ایک خط میں شاہ صاحب سے اول الاوائل بطریق ابداع اور دوسرے مسائل کے متعلق استفسار کیا ہوگا چنانچہ شاہ صاحب نے مخدوم محمد معین کے نام اپنے مکتوب میں ان مسائل پر روشنی ڈالی ہے، اس مکتوب کی ابتدائی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب مخدوم صاحب کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

درجواب سوال مخدوم معین از بعض اشکالات
تائیدالہی شامل حال آں نقاد اقوال الرجال
باد۔ عنایت نامہ شکین شمامہ از اموری کہ عواقب
آں انشاءاللہ تعالیٰ بخیر است رسید فقیر را مخلص
صمیمی و دعاگوئی خلاد ملا تصور فرمایند
جعل اللہ لکم من کل ضیق مخرجا الخ [۱]

مخدوم محمد معین کے بعض علمی اشکالات کے
سوال کے جواب میں اس اقوال رجال کے نقاد
(مخدوم معین) کے ساتھ اللہ کی تائید
شامل حال ہو۔ مشک جیسی مہکتی خوشبو والا
عنایت نامہ (ان حالات کے متعلق جن کی
انشاءاللہ عاقبت اچھی ہے) پہنچا اس
فقیر کو مخلص صمیم اور خلوت و جلوت میں
دعاگو خیال فرمائیں، دعا ہے کہ اللہ آپ
کو ہر تنگی سے راہ خلاص عنایت فرمائے

تیسرے سندھی بزرگ محمد شریف بن خیر اللہ بن عبدالغنی سندھی ہیں جو کہ ٹھٹھہ کے مضافات اگھم کوٹ کے متوطن تھے۔ باطنی فیض کی پیاس اور طلب نے ٹھٹھہ سے دہلی پہنچایا اور وہاں آپ نے شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں سفر سلوک کی تکمیل فرمائی۔

اس سندھی بزرگ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں بھی یہاں کے تذکرے خاموش ہیں شاہ صاحب نے انہیں خرقہ خلافت کے ساتھ جو سند مرحمت فرمائی تھی اس سے اس سندھی بزرگ کے کمالات پر کچھ

---

[۱] تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۱۰۹ طبع مجلس علمی

روشنی پڑتی ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے انہیں ارشاد و تلقین کی اجازت دیتے ہوئے جو سند عطا فرمائی تھی، اس کا ترجمہ کر دیا جائے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:- سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں تمام ہوتی ہیں اور جملہ حالات میں اسی کے فضل پر بھروسہ اور مدار ہے۔ سیدنا محمد اور آپ کی آل و اصحاب پر اللہ کی رحمت ہو۔

حمد اور صلوٰۃ کے بعد بندۂ ضعیف اللہ کریم کی رحمت کا محتاج ولی اللہ بن عبدالرحیم العمری الدھلوی (اللہ نے اس پر اور اس کے مشائخ اور والدین پر احسان فرمایا) کہتا ہے کہ ۱۱۵۳ھ کے مہینوں میں ہمارے بھائی اللہ کی طرف پہنچنے کے راغب محمد شریف بن خیر اللہ بن عبدالغنی ملک سندھ کے بلدہ ٹھٹھہ کے مضافات اگھم کوٹ کے متوطن طریقہ صوفیہ کی تلاش میں مہاجر بن کر میرے پاس آئے۔ اس سے قبل ایک مدت تک وہ طریقہ صوفیہ کے اعمال، اشتغال اور مراقبات کی مزاولت کر چکے تھے اس کے نشیب و فراز سے واقف تھے اور اس علم کے چھوٹے بڑے مسائل کی تفتیش کر چکے تھے۔ میں نے انہیں لفس کے لطائف، ہر لطیفہ کے مخصوص مقامات اور نسبتیں سب سمجھائیں اور وہ نسبتیں بھی سمجھا دیں جن پر مشہور طرق کا مدار رہا ہے اور انہیں یہ بھی سمجھایا کہ راہ سلوک کا طالب ایک لطیفہ سے دوسرے لطیفہ اور ایک نسبت سے دوسری نسبت کی طرف کس طرح منتقل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح میں نے انہیں (اس علم کے) اہم دقائق سمجھائے۔

میں نے انہیں خوارقِ عادات (کرامات) کے ظہور کی کیفیت اور ان کے دواعی و اسباب بتلائے یہ سب چیزیں میں نے انہیں اس طرح سمجھا دیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر انکشاف کیا اور مجھے سمجھایا تھا۔ اور میں نے اپنے مشائخ سے وراثت میں پایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت فرمائی تھی (میرے سمجھانے کے بعد) وہ انہیں مناسب طور پر سمجھ گئے۔ میں نے اپنے میزان (عقل) سے جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمایا تھا انہیں معلوم کرنا چاہا تو میں نے ان کے (فہم کو) درست پایا۔ والحمدللہ۔ اب میں انہیں طالبوں کو مختلف طرق صوفیہ کے ارشاد کی اجازت دیتا ہوں، اسی طرح ان کو خرقہ پہنانے، ان کی طرف توجہ کرنے اور ان کو صحبت سے مستفید کرنے اور خرقہ صوفیہ کی نسبت عطا کرنے کی اجازت دیتا ہوں جس طرح کہ ان کی میرے شیخ، میرے والد

میرے آقا، میرے مرجع اور جن پر کہ تمام امور میں میرا اعتماد رہا ہے، انہوں نے مجھے تلقین کی ان کی اجازت دی اور مجھے ان کا خرقہ پہنایا۔

اللہ تعالیٰ ان کی روح کو راحت عطا فرمائے۔ اور انہیں حرمین محترمین کے جملہ مشائخ سے (بھی) جو میرے پاس اجازات ہیں۔ ان سب کی انہیں اجازت دیتا ہوں۔

میں نے انہیں بتایا کہ سہروردی طریقہ میں ان اذکار اور اوراد پر دوام کرنا اچھا گنا جاتا ہے جو کہ کتاب عوارف المعارف میں مذکور ہیں۔ میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ میں نے مدینہ کے ایک شیخ سے سنا ہے کہ ان کے ہاں (سلوک میں) احیاء اور قوت القلوب پر عمل پیرا ہونا بہتر سمجھا جاتا ہے۔

میں نے انہیں بتایا کہ جتنے بھی (اصفیا) کے طریقے جنید تک پہنچتے ہیں، وہ سب اگرچہ اشغال و اذکار اور مراقبات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن تہذیبِ لطائف اور نسبتوں میں سب ہمنوا ہیں ہاں بعض نسبتیں ایسی بھی ہیں جن کے طریقے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور تہذیب نفس کی تعبیرات میں بھی کچھ اختلاف پایا جاتا ہے جس کا اصلی سبب یہ ہے کہ بعض اصفیا، کسی معین اور مخصوص لطیفہ کا نام ذکر نہیں کرتے لیکن اس لطیفہ کی جو مخصوص نسبت ہوتی ہے اس کا اور تہذیب نفس پر اس سے جو اثر مرتب ہوتا ہے (صرف) اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جس کی ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔

چشتیہ طریقے والے ملکوت، جبروت اور لاہوت کے مراتب کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر کسی کو سرورِ انس اور انبیاء کی ارواح کے ساتھ اجتماع کی کیفیات (جو کہ تہذیب روح کا نتیجہ ہے) حاصل ہوتی ہیں تو ایسے شخص کے حق میں اصفیا یہ کہتے ہیں "فلاں فتح اللہ علیہ الملکوت" یعنی فلاں شخص پر اللہ تعالیٰ نے ملکوت کو منکشف کیا اور اگر کسی کے لئے لطیفہ خفیہ کے تہذیب کا ثمرہ حق کو مخلوق میں دیکھنا اور مخلوق کو حق میں دیکھنا واضح ہوتا ہے تو اس وقت ایسے شخص کے لئے یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص پر اللہ تعالیٰ نے مرتبہ لاہوت کو منکشف کیا۔

عباراتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر

یعنی ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور تیرا ایک ہی حسن ہے ہر ایک عبارت اسی ایک ہی حسن و جمال

کی غمازی کر رہی ہے۔

اس تفہیم کے آخر میں شاہ صاحبؒ اپنے مرید اور معتقد محمد شریف سندھی کو کچھ وصیتیں فرماتے ہیں۔

"اب میں انہیں خاص ان کے نفس کے لئے ظاہر و باطن میں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی بھی کہ وہ سنن اور شرائع کا خیال رکھیں۔ صوفیہ جنیدیہ کے طریقے کے پابند رہیں میں انہیں طالبان قرب خدا کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور انہیں نیک کاموں کے کرنے کا کہیں اور برائی سے روکیں۔ اور ان کو علم حدیث کی روایت کرنے کی رغبت دلائیں۔

والحمد للہ اولاً و آخراً[1]"

سندھ کا یوں تو ہر قصبہ اور قریہ، بلکہ یوں کہئے کہ چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ تصوف اور عرفان، رشد اور ہدایت کا مرکز رہا ہے، لیکن خاص طور پر قدیم شہروں میں دیبل، سیوستان، منصورہ، ٹھٹھہ، بھکر، وغیرہ اور جدید شہروں میں روہڑی، ریل، لکعلوی، منتعلوی، ہالا، نواری، ٹلٹی اور بوبک وغیرہ کو اس سلسلے میں ہمیشہ سے مرکزی حیثیت رہی ہے۔ اور یہی شہر تھے جو عرفان و تصوف، اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس کے سرچشمہ بنے رہے اور سندھ میں سماجی انقلاب لانے کا باعث ہوئے۔ اور یہیں کی خانقاہیں تھیں، جن کے نظام اصلاح و تربیت نے نہ صرف اخلاقی قدروں کو بلند کیا، بلکہ ایمان اور عمل کی قوتوں کو اجاگر کر کے خود شناسی کی فضا قائم کی۔ اور تعصب کے تمام سوتوں کو خشک کر دیا۔ آج کے گئے گزرے دور میں بھی جب کوئی ان شہروں میں پہنچتا ہے، تو جو قلبی سکون، ذہنی راحت اور روحانی طمانیت وہاں میسر آتی ہے وہ اور کہیں ملنی مشکل ہے۔ اور یہ ساری برکت اسی گزرے ہوئے زمانے کی وجہ سے ہے۔

(سید حسام الدین راشدی)

---

[1] تفہیمات ج ۱ ص ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴

ملتان و اوچ کے سہروردی مشائخ[1]

محمد ایوب قادری ایم۔اے

احمد کبیر سہروردی

آپ حضرت جلال سرخ کے فرزند اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے والد ماجد اور شیخ صدر الدین عارف کے مرید و خلیفہ ہیں۔ بڑے عارف، ذاکر اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ کشف و کرامات کا اخفا فرمایا کرتے تھے[1] ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ وہ کسی وقت خوف کی وجہ سے بستر پر نہیں سوتے تھے۔ سردی اور گرمی میں صرف ایک کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے۔ روزانہ دو قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے[2] ایک دن میں اور دوسرا رات میں۔ قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے۔ جس وقت احمد کبیر کوئی آیت تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا کہ گویا سینۂ مبارک سے نعرے نکل رہے ہیں[3]

حضرت صدر الدین عارف کے خلیفہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نامور بزرگ شیخ جمال خنداں رُو اوچی حضرت

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۰۳ [2] ایضاً ص ۲۳۸ [3] ایضاً ص ۱۴۶

---

[1] - اس مضمون کی پہلی قسط نومبر کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ (مدیر)

احمد کبیر کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم سے روایت ہے کہ ایک موقع پر شیخ جمال نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جلال سرخ نے کہا تھا کہ میرا فرزند احمد کبیر بڑا باشوق اور عشق الٰہی میں سرشار ہوگا۔ تم اس کی حفاظت کرنا۔ لہٰذا میں اس رعایت کو ملحوظ رکھتا ہوں[1]۔ خود احمد کبیر ابتدا میں حضرت شیخ جمال کا کچھ زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین ابو الفتح نے حضرت مخدوم کے ذریعے پیغام بھیجا تو احمد کبیر فوراً حضرت جمال خنداں رو کی خدمت میں پہنچے اور قدم بوس ہوئے اور پھر آئندہ کبھی بے اعتنائی کا اظہار نہیں کیا۔[2] حضرت احمد کبیر پر غلبہ اور کشف کا یہ عالم ہوتا تھا کہ فرض اور نفل نماز میں بھی نعرہ مارتے اور زار زار روتے تھے[3]

اس زمانے میں اوچ میں تین خانقاہیں تھیں۔

۱- خانقاہ شیخ جمال خنداں رو

۲- گازرونیوں کی خانقاہ

۳- حضرت احمد کبیر سہروردی کی خانقاہ، احمد کبیر کی خانقاہ میں دور و نزدیک کے اکثر مسافر، مشائخ اور سیاح آکر مقیم ہوا کرتے تھے[4]

حضرت احمد کبیر کا اوچ میں انتقال ہوا۔ حضرت مخدوم انتقال کی کیفیت کے متعلق فرماتے ہیں[5]

"جس رات میرے والد کا انتقال ہوا، میں اس رات موجود تھا۔ اس روز وہ عشاء کی نماز وقت مستحب میں نہ پڑھ سکے جب آدھی رات ہوئی تو مجھے بلایا۔ وضو کیا اور نماز عشاء ادا کی۔ اور ویسے ہی قبلہ کی طرف منہ کرکے جاں بحق تسلیم کی"[6]

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۵۰-۵۵۱ [2] ایضاً ص ۵۵۱ [3] ایضاً ص ۵۵۰

[4] الدر المنظوم ص ۳۱۰، ۳۰۳م [5] ایضاً ص ۵۹۷

[6] الدر المنظوم میں ہے کہ سات سال کی عمر میں احمد کبیر اپنے فرزند مخدوم جہانیاں کو شیخ جمال اوچی کی خدمت میں لے گئے تھے سیر العارفین ص ۵۶ تاریخ فرشتہ (اردو) ص ۶۸۵ اور پھر اس کے بعد ابتدائی تعلیم اوچ میں حاصل کرکے حضرت مخدوم جہانیاں ملتان گئے اور وہاں سے تحصیل علم کرکے اوچ آئے تو ان کے والد احمد کبیر زندہ تھے الدر المنظوم ص ۵۰۶

احمد کبیر کا سن وصال بھی معلوم نہ ہوسکا۔ مگر ۷۱۴ھ / ۱۳۱۴ء سے کئی سال بعد ضرور انتقال ہوا۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ حضرت جلال سرخ بخاری کے مزار کے بالکل متصل ان کے فرزند احمد کبیر کا مزار ہے حالانکہ خود ہی مؤلف مذکور نے بڑی صراحت سے لکھا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا جہاں آج کل مزار ہے وہاں حضرت کی خاک پاک ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء میں چوتھی مرتبہ منتقل کی گئی تھی۔ لہٰذا حضرت احمد کبیر کا مزار اس کے متصل ہونا صحیح نہیں[1]

حضرت احمد کبیر کے بہت سے مرید تھے۔ ان کے خلفاء میں شیخ جلال مجرد سلہٹی خاص طور سے مشہور ہیں، جنہوں نے بنگال و سلہٹ میں اسلام کی شمع روشن کی اور ان ہی کی کوششوں سے اس دور دراز کفرستان میں شمع اسلام روشن ہوئی۔ مشہور ہے کہ وہ احمد کبیر کے بھانجے تھے۔ زمانہ حال کے بعض مورخین کا خیال ہے کہ کام روپ میں ابن بطوطہ شیخ جلال مجرد سلہٹی سے ملا تھا[2]

شیخ جمال خنداں روؒ

شیخ جمال نامور محدث، متورع عالم، صاحب نسبت درویش اور صدرالدین عارف کے خلیفہ تھے۔ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی نے بچپن ہی میں ان کی جبین منور سے ان کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کا اندازہ لگالیا تھا[3]۔ اور حضرت عارف کو وصیت فرمائی تھی کہ جب جمال اوچی تمہارے پاس پہنچیں تو خاص طریقے سے تعلیم و تربیت فرمانا اور نصف تبرکات و آثار ان کے سپرد کردینا۔ چنانچہ اس طرح عمل میں آیا[4]

شیخ جمال محدث اپنے مرشد کے حضور سے باطنی نعمتوں سے مالامال ہوکر اوچ واپس آئے اور وہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ مدرسہ میں خود حدیث کا درس دیتے تھے حضرت مخدوم جہانیاں نے شیخ جمال محدث سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ شیخ جمال محدث کی خانقاہ اوچ کی مشہور خانقاہ تھی۔[5]

---

[1] - تاریخ اوچ ص ۹۷-۹۸ و ۱۴۰-۱۴۱

[2] شیخ جمال سلہٹی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ صدرالدین عارف ص ۱۷۴-۱۸۹ آب کوثر ص ۳۵۵-۳۶۹ جنرل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) [3] تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ (اردو ایڈیشن ص ۶۸۵) [4] سیر العارفین ص ۱۲۹ و خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۶-۲۷

[5] الدر المنظوم ص ۸۳

وہ بڑے حلیم بردبار اور صاحب اخلاق درویش اور عالم تھے۔ ایک مرتبہ قلندروں نے ان کے ساتھ زیادتی کی مگر انہوں نے حلم واستقلال کو ہاتھ سے نہ دیا[1] ظاہر میں مخلوق کے ساتھ بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور باطن میں خالق سے انس ورغبت رکھتے تھے[2] آخر زمانے میں ان کے مدرسے اور خانقاہ کے لئے بادشاہ وقت کی طرف سے معافی ووظیفہ بھی مقرر ہوگیا تھا۔ شیخ جمال محدث کی شہرت ہندپاکستان سے باہر دنیائے اسلام میں بھی تھی اور وہاں کے اکابر علماء ومشائخ ان سے متعارف تھے[3]

شیخ جمال محدث اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے اسی لئے ہمیشہ موٹا کپڑا زیب تن فرماتے تھے بازار سے ایک تنکے کی ایک چادر منگواتے اور اس میں تینوں کپڑے پگڑی کرتا اور ازار بنا لیتے تھے[4]

شیخ جمال خنداں رُو کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوسکا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے ۶۷۶ھ ۱۲۷۷ء[5] اور مولوی حفیظ الرحمان بہاولپوری اور مولوی نور احمد خاں فریدی نے ۷۰۰ھ ۱۳۰۱ء تحریر کیا ہے[6] جو صریحاً غلط ہے اس لئے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی پیدائش ۷۰۷ھ تمام تذکرہ نویسوں اور مورخین کے نزدیک مسلمہ ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں سب سے پہلے شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں سات سال کی عمر یعنی ۷۱۴ھ ۱۳۱۴ء میں حاضر ہوئے، اس کے بعد ان کی خدمت میں تعلیم حاصل کی لہذا ہمارا خیال ہے کہ جمال خنداں رو کا انتقال آٹھویں صدی کے ربع اول کے اختتام پر ہوا ہے۔ صحیح سال وفات کا تعین دشوار ہے شیخ جمال کا مزار اوچ موغلہ میں ہے۔ اس وجہ سے اس حصہ کو اوچ جمالی بھی کہتے ہیں۔

شیخ جمال خنداں رو کے بعد ان کے جانشین ان کے عالم وفاضل فرزند رضی الدین گنج علم ہوئے۔ ان کو ظاہری علم وفضل کے ساتھ باطنی نعمت سے بھی بہرۂ وافر ملا تھا۔ حضرت گنج علم نے اپنے والد کے بعد مدرسہ اور خانقاہ کا خوب انتظام کیا ذکر کرام میں تحریر ہے کہ شیخ رضی الدین گنج علم ۶۶۷ھ ۱۲۶۸ء میں پیدا

---

[1] الدر المنظوم ص۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۲۲۔ ۴۲۹ [2] ایضاً۔ ص۴۰۳۔ ۴۰۴ [3] ایضاً ص۱۵۱۔ ۳۷۶

[4] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم [5] تاریخ اوچ ص۱۴۹ وتذکرہ صدرالدین عارف ص۵۵

[6] ۔ تاریخ اوچ ص۱۴۹